السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا میت کی طرف سے قربانی جائز ہے اور اسے اس کا ثواب پہنچتا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

میت کی طرف سے قربانی سنت ہے اور اس کا ثواب اسے بلاشبہ پہنچتا ہے۔ اس موضوع سے متعلق جو حدیثیں مروی ہیں، ان پر ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ ان میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر والوں اور اپنی امت کے ہر اس شخص کی طرف سے قربانی کرتے تھے جو توحید ورسالت کی شہادت دے۔ ظاہر ہے امت محمدیہ میں بہت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے اور کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں وفات پا چکے تھے۔ امت کی طرف سے قربانی میں بلا تفریق زندہ اور وفات یافتہ دونوں طرح کے لوگ داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ حدیث بہت سے محدثین نے متعدد سندوں سے نقل کی ہے۔

اس کی روایت کرنے والے صحابی ہیں: حضرت جابر، ابوطلحہ انصاری، انس بن مالک، عائشہ، ابوہریرہ، حذیفہ بن اسید، ابورافع اور علی رضی اللہ عنہم۔ اس حدیث کی بعض سندیں صحیح، بعض حسن اور قوی اور بعض ضعیف ہیں، مگر ان کے ضعف سے اصل حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث جو مسند احمد، صحیح مسلم اور سنن ابی داود میں مروی ہے، میت کی طرف سے قربانی کے استحباب پر دلالت کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس کی تائید باقی دوسرے صحابہ کی حدیثوں سے ہوتی ہے۔ ان سب سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ اگر آدمی اپنی طرف سے، اپنے اہل وعیال، گھر والوں اور میت کی طرف سے قربانی کرے اور ان سب کو ثواب میں شریک کرنا چاہے تو جائز ہے۔ (مولانا عظیم آبادی نے ان صحابہ کرام کی تمام حدیثیں مع حوالہ نقل کی ہیں اور ان کی سندوں پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ اہل علم اصل رسالے کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ یہاں عام قارئین کے لیے سب کا ترجمہ زیادہ مفید معلوم نہیں ہوتا)۔ [ع، ش]

(صحیح مسلم (۶/۷۸) سنن أبی داود، رقم الحدیث (۲۷۹۲) مسند أحمد (۶/۷۸)

''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' میں ہے کہ شیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز الشھیر بن الملک فرماتے ہیں: یہ حدیث میت کی طرف سے قربانی کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ۲/۲۶۵)

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو قربانی اور اس کے ثواب میں اپنے علاوہ دوسروں کو بھی شریک کرنے کے قائل ہیں۔ یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ امام ثوری اور امام ابوحنیفہ اور ان کے مقلدین اسے مکروہ قرار دیتے ہیں۔'' (شرح صحیح مسلم للنووي، ۱۳/۱۲۲)

لیکن میں کہتا ہوں کہ مذکورہ بالا حدیثوں سے ان کی تردید ہوتی ہے۔

امام ترمذی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''بعض علما میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز بتاتے ہیں اور کچھ لوگ اس کے قائل نہیں۔ امام ابن المبارک فرماتے ہیں: میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرے، قربانی نہ کرے۔ اگر قربانی کی تو اس میں سے خود کچھ نہ کھائے، بلکہ سب صدقہ کر دے۔'' (سنن الترمذي، ۴/۸۴)

شرح السنہ میں امام بغوی نے بھی اسی طرح علما کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ میرے نزدیک جو لوگ جواز کے قائل ہیں، ان کا قول دلیل کے مطابق ہے۔ مانعین کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ لہٰذا ان کی رائے اس وقت تک قبول نہیں کی جائے گی، جب تک اس سے زیادہ کوئی قوی دلیل نہ پیش ہو اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہیں یہ منقول نہیں کہ انھوں نے جو قربانی اپنی اور اپنے گھر والوں اور زندہ اور وفات یافتہ امتیوں کی طرف سے کی تھی، وہ سب یا میت کے حصے کے برابر صدقہ کر دیا تھا، بلکہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے مسکینوں کو بھی کھلاتے، خود بھی کھاتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی کھلاتے تھے۔
دوسروں کو بھی اسی طرح قربانی کا گوشت کھانے کھلانے کا حکم دیتے تھے، جیسا کہ متعدد احادیث میں وارد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسا کیا ہمیں بھی بلا کسی اختلاف کے اسی طرح کرنا چاہیے، جب تک کہ اس کی خصوصیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت نہ ہو۔ (شرح السنۃ، ۴/۳۵۸)

اگر ہم چاہیں تو ایک، دو یا تین جانوروں کی قربانی اپنی، اپنے گھر والوں اور میت کی طرف سے کر سکتے ہیں۔ یہ ان سب کی طرف سے کافی ہوگی، اس کا ثواب بھی انھیں ان شاء اللہ ضرور پہنچے گا۔ ہمیں اس کا اختیار ہے کہ گوشت خود کھائیں، دوسروں کو کھلائیں یا صدقہ کریں۔ ہاں اگر قربانی صرف میت کی طرف سے کی جا رہی ہو اور اس میں زندہ لوگ شریک نہ ہوں تو یہ فقرا و مساکین کا حق ہے، جیسا کہ امام ابن المبارک نے فرمایا ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مجموعہ مقالات، وفتاویٰ

صفحہ نمبر265

محدث فتویٰ